اقوال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریعی حیثیت

*ڈاکٹر حافظ حسین ازہر

In this article two main points are discussed. First is that Hazrat Muhammad`s each word is law / Shariat if it is explained by him through the references of verses. It is said that each word which is expressed by Holy prophet is absolutely right because it is revelation. It should be acted upon. Some matters which are described by him on worldly affairs but it is not conformable to "Shara" so it is not necessary to follow such rules. Sometime one question arises in mind of reader that each word which has been uttered by Hazrat Muhammad is "Shariat or not" if it is shariat what is the level of this word?

According to theologians it is divided into two categories. Divine command is found in the matter of Sunnah. It is a duty of every person to follow it. If any event which get related to worldly affairs. It is depend on them whether it get accepted or rejected. This situation is permissible. It is not included in requital or sin. Although attention is good of doing any deed. It is considered reward. Sometime given instructions through Holy prophet are for specific person. However it is not Shariat for all Muslims.

اللہ کے نبی ﷺ کے اقوال کی حیثیت سے اصولی طور پر یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ آپ ﷺ کا ہر قول شریعت ہے بشرطیکہ وہ تشریع کے لیے آپؐ سے صادر ہوا ہو۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم)

''اور وہ (نبی ﷺ) اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے۔ (اور جو بھی وہ کلام کرتے ہیں) وہ وحی ہی ہوتی ہے جو کہ وحی کی جاتی ہے''۔

قرآن کی مذکورہ بالا آیت اور اس قسم کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو کلام بھی شرع بیان کرنے کے لیے کیا ہے وہ قابل اتباع ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ آپ ﷺ کا ہر قول کسی شرعی حکم کو بیان کرنے کے لیے نہیں ہوتا تھا۔ بعض اوقات آپؐ ہماری طرح دنیاوی اُمور میں بھی گفتگو کرتے تھے۔ الدکتور عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

وأقوال النبی ﷺ إنما تکون مصدرا للتشریع' إذا کان المقصود بها بیان

* اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ انیمل سائنسز، لاہور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

الأحكام أو تشريعها، أما إذا كانت في أمور دنيوية بحته لا علاقة لها بالتشريع، ولا مبنية على الوحي، فلا تكون دليلا من أدلة الأحكام، ومن ذلك ما روى: فقال لهم: ((اَبِّرُوْا، اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ))(۱)

''اللہ کے نبی علیہ السلام کے اقوال صرف اُس وقت مصدرِ شریعت ہوں گے جب ان سے آپ کا مقصود احکامِ شرعیہ کو بیان کرنا ہو۔لیکن اگر آپؐ نے بعض دنیاوی امور کے بارے میں کچھ گفتگو ایسی فرمائی جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہ ہو تو آپ علیہ السلام کا ایسا کلام احکامِ شرعیہ کے لیے کوئی دلیل نہیں بنے گا اس کی ایک مثال یہ روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے مدینہ کے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ نر کھجور کے ساتھ مادہ کھجور کی پیوندکاری کرتے تھے۔ آپؐ نے لوگوں کو ایسا کرنے سے اشارتاً منع کر دیا جس کہ وجہ سے اگلی فصل کم ہوئی تو آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ: ''پیوندکاری کرو' کیونکہ دنیاوی امور کو تم زیادہ بہتر جانتے ہو''۔

رسول اللہ علیہ السلام کا ہر قول ہمارے لیے شریعت ہے یا نہیں' اور اگر ہے تو اس میں کوئی درجہ بندی بھی ہے یا نہیں؟ اس بات کی وضاحت اس لیے از حد ضروری ہے کہ ناواقفیت کی بنا پر سنت رسول علیہ السلام کے معاملے میں دو ایسی انتہائیں وجود میں آ جاتی ہیں جو سنت کی حیثیت کو افراط و تفریط کا شکار کر کے اہل سنت کے منہج سے دور لے جاتی ہیں جو گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔

۱۔حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

''میں نے اللہ کے رسول علیہ السلام سے اچانک (کسی اجنبی عورت پر) نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے جواب دیا: ((اِصْرِفْ بَصَرَكَ))(۲) ''اپنی نظر پھیر لو''۔

امام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(۳) علامہ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔(۴)

اس حدیث میں آپ علیہ السلام نے کسی اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جانے کی صورت میں اس سے اپنی نظریں پھیرنے کا جو حکم دیا ہے یہ حکم فقہاء کے نزدیک وجوب کا فائدہ دے رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ علیہ السلام کے اس حکم کا انکار کر دے تو اس شخص کا کسی اسلامی معاشرے میں حکم (status) کیا ہے؟ کیا ایسا شخص کافر ہے؟

جمہور علماءِ مالکیہ' شوافع' حنابلہ' اہل الظاہر اور اہل الحدیث کے نزدیک اگر اللہ کے رسول علیہ السلام کی سنت سے کوئی ایسا حکم ثابت ہو جس کے کرنے کو لازم ٹھہرایا گیا ہو تو اسے فرض یا واجب کہتے ہیں۔لہٰذا فرض یا واجب وہ ہے جس کے کرنے کو شارع نے مکلّف پر لازم ٹھہرایا ہو اور اس کو نہ کرنا باعث ملامت بھی ہو اور اس کا تارک آخرت میں سزا کا بھی مستحق ہو۔تمام ائمہ اہل سنت مالکیہ' احناف' شوافع' حنابلہ اور اہل الحدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی فعل کی فرضیت یا وجوبیت اللہ کے رسول علیہ السلام کی سنت (یعنی خبر واحد) سے ثابت ہو رہی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہو اور کوئی شخص اس فرض یا واجب کو ماننے سے انکار کر دے تو اس کے منکر کو دنیا میں ملامت کی جائے گی اور وہ آخرت میں سزا کا بھی مستحق ہوگا' لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ الشیخ عاصم الحدادؒ لکھتے ہیں:

''اعتقادی مسائل میں دوسرے تمام ائمہ حنفیہ متفق ہیں کہ فرض یا واجب کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کے منکر کی تکفیر کی جاتی ہے اور اس سے مراد وہ فرض یا واجب ہے جس کا علم قرآن یا تواتر کے ذریعے ہوا ہو اور دوسرا وہ جس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی اور اس سے مراد وہ فرض یا واجب ہے جس کا علم اخبار آحاد کے ذریعہ ہوا ہو''۔ (۵)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایسی سنت کے منکر پر دنیا میں کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا لیکن اس کو سخت ملامت کی جائے گی اور آخرت میں بھی سزا کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح ایسی سنت کے تارک کو بھی دنیا میں ملامت اور آخرت میں سزا ہوگی۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ خبر واحد سے ثابت ہونے والے کسی حکم کی فرضیت یا وجوبیت پر اگر علمائے اُمت کا اجماع ہو تو پھر اس سنت کے منکر کی اجماع کی خلاف ورزی کی وجہ سے تکفیر کی جائے گی۔

۲۔ بعض اوقات اللہ کے رسول ﷺ کے اقوال سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔ مستحب سے مراد یہ ہے کہ شارعؑ نے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کیا ہو لیکن اس کو مکلّف پر لازم قرار نہ دیا ہو۔ بعض اوقات مستحب میں تاکید زیادہ ہوتی ہے اور بعض اوقات کم۔ اسی لیے فقہاء نے اس کی دو قسمیں کی ہیں' یعنی مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔ آپ ﷺ کے اقوال سے بعض اوقات سنت مؤکدہ ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً آپؐ کا ارشاد ہے:

((اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَجْلِسَ)) (۶)

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے''۔

امام ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

واتفق أئمة الفتوی أن الأمر فی ذلك للندب (۷)

''اہل فتویٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں امر کا صیغہ استحباب کے لیے ہے''۔

لہٰذا تحیۃ المسجد کی دو رکعات سنت مؤکدہ ہے۔ جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اگر آپ ﷺ کا قول وجوب کے لیے نہیں ہے تو پھر سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟ اس کا تعین بھی قرائن سے ہوگا اور یہ قرائن منصوص بھی ہو سکتے ہیں' مثلاً دوسری احادیث مبارکہ' اور غیر منصوص بھی' مثلاً صحابہؓ کا عمل وغیرہ۔

جہاں تک سنت مؤکدہ کے حکم کا تعلق ہے تو ہم پہلے بھی اسے بیان کر چکے ہیں کہ سنت مؤکدہ کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس پر عمل کرنے والے کو ثواب ہوگا اور اس کے تارک کو دنیا میں ملامت کی جائے گی' لیکن آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ سنن مؤکدہ کے حکم کے بارے میں دو ابحاث بڑی اہم ہیں:

۱۔ اگر کوئی شخص کسی سنت مؤکدہ کو مستقل طور پر ترک کر دے تو یہ جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی ساری زندگی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

صرف فرض نماز پڑھتا رہے اور سنن مؤکدہ ادا نہ کرے تو شرعاً گناہ گار ہوگا۔

ب: اگر کوئی معاشرہ، جماعت یا گروہ کسی سنت مؤکدہ کو کلی طور پر ترک کر دے تو یہ جائز نہیں ہے۔ امام شاطبیؒ نے اس بارے میں 'الموافقات' میں بڑی عمدہ بحث کی ہے کہ ایک سنت مؤکدہ فرد کے اعتبار سے تو سنت ہوتی ہے لیکن اجتماع یا معاشرے کے اعتبار سے فرض کفایہ ہوتی ہے۔ مثلاً نکاح کرنا جمہور علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کوئی شخص ذاتی طور پر نکاح کی ضرورت محسوس نہ کرے یا کسی اور وجہ سے نکاح نہ کرے تو دنیا میں تو اسے بغیر کسی شرعی عذر کے نکاح نہ کرنے پر ملامت کی جائے گی لیکن آخرت میں وہ عذاب کا مستحق نہ ہوگا، لیکن کسی مسلمان معاشرے کے لیے یہ بالکل بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اجتماعی طور پر نکاح کی سنت کو ترک کر دے۔ ایسی صورت میں سارا معاشرہ گناہ گار ہوگا اور آخرت میں عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا۔

بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے قول سے کسی فعل کے مستحب ہونے کا علم ہوتا ہے اور یہ فعل سنتِ غیر مؤکدہ ہوتا ہے نہ کہ سنت مؤکدہ۔ مثلاً آپ ﷺ کے ایک فرمان کے الفاظ ہیں:

((اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ)) (۸)

''یہود اور عیسائی خضاب نہیں کرتے۔ پس تم ان کی مخالفت کرو (یعنی خضاب کرو)''۔

یہود و نصاریٰ کی مخالفت کے قرینے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس حدیث میں یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم استحباب کے لیے ہے، جیسا کہ صحابہؓ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وغیرہ خضاب کرتے تھے جبکہ حضرت علی، حضرت انس، حضرت اُبی بن کعب اور حضرت سلمہ بن اکوعؓ وغیرہ خضاب نہیں کرتے تھے۔(۹) ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ المزنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَلُّوْا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) قَالَ فِی الثَّالِثَةِ :((لِمَنْ شَاءَ)) کَرَاهِیَةَ أَنْ یَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً (۱۰)

''مغرب کی فرض نماز سے پہلے نماز (دو رکعت نفل) پڑھو'۔ آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ کہی اور تیسری مرتبہ یہ اضافہ کیا کہ ''جو چاہے پڑھ لے''۔ اور آپؐ نے تیسری مرتبہ 'جو چاہے' کے الفاظ اس لیے کہے کہ لوگ اس کو سنت (مؤکدہ) نہ سمجھ لیں''۔

اس حدیث میں 'لِمَنْ شَاءَ' کے الفاظ سے واضح ہو گیا کہ آپؐ کا حکم استحباب کے معنی میں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابہؓ سنت کا لفظ سنت مؤکدہ (یعنی ایسی سنت جس کا چھوڑنا باعث ملامت ہو) کے لیے بھی استعمال کرتے تھے، اسی لیے صحابیؓ نے یہ وضاحت کی کہ آپؐ نے 'لِمَنْ شَاءَ' کے ذریعے واضح کیا کہ لوگ اس عمل کو سنت (مؤکدہ) نہ بنا لیں۔

۳۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک کسی فعل کی اباحت بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

((حَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ)) (۱۱)

''بنی اسرائیل سے بیان کرو (یعنی اسرائیلی روایات) اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے''۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل سے متعلقہ مجمل واقعات کی تفصیل کے لیے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس حدیث میں 'حَدِّثُوْا' امر کا صیغہ نہ ہی وجوب کے لیے ہے اور نہ ہی استحباب کے لیے' بلکہ یہ اباحت کے لیے ہے' یعنی بنی اسرائیل سے روایت کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ روایت احکامِ شرعیہ سے متعلق نہ ہو اور دوسرے یہ کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی عقائد یا تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔ امام ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدثوا صیغة أمر تقتضی الوجوب فأشار إلی عدم الوجوب و أن الأمر فیه للإباحة بقوله و لا حرج (۱۲)

''حَدِّثُوْا صیغہ امر ہے جو وجوب کا متقاضی ہے' لیکن آپؐ نے اس فعل کے عدم وجوب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لہٰذا یہاں امر اباحت کے معنی میں ہے' جیسا کہ 'وَلَا حَرَجَ' کے الفاظ اس کی اباحت کی دلیل ہیں''۔

مباح کی تعریف اور حکم کے بارے میں الدکتور عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

المباح: هو ما خیر الشارع المکلف بین فعله و ترکه' و لا مدح و لا ذم علی الفعل و الترك...... وان حکم المباح أنه لا ثواب فیه و لا عقاب' و لکن قد یثاب علیه بالنیة و القصد کمن یمارس أنواع الریاضیة البدنیة بنیة تقویة جسمه' لیقوی علی محاربة الأعداء (۱۳)

''مباح سے مراد یہ ہے کہ شارع نے مکلّف کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اختیار دیا ہو...... مباح کا حکم یہ ہے کہ اس میں نہ ثواب ہے اور نہ گناہ' لیکن اگر اچھی نیت اور ارادے سے کوئی مباح کام کرے گا تو اس کا ثواب ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص اس لیے ورزش کرتا ہے تاکہ اس کا جسم مضبوط ہو اور وہ دینِ اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرے تو اس ورزش کا بھی ثواب ہوگا''۔

فرض' واجب اور مستحب کی طرح مباح کے قواعد وضوابط کے بارے میں بھی اصولیین نے اصول کی کتابوں میں تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ مثلاً ایک بحث یہ ہے کہ کسی فعل کے مباح ہونے کے کیا قرائن اور دلائل ہوتے ہیں۔ اس بارے میں الدکتور عبدالکریم زیدان نے 'الوجیز' میں عمدہ بحث کی ہے۔ امام شاطبیؒ بھی 'الموافقات' میں مباح کے حوالے سے بڑی نفیس ابحاث لے کر آئے ہیں۔ مثلاً امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ایک مباح فعل فرض یا مستحب بھی بن جاتا ہے اور بعض اوقات مکروہ یا حرام بھی۔ مثلاً قرآن میں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ کا حکم ہے جو کہ اباحت کے لیے ہے' یعنی جو چاہے کھانا کھائے اور جو چاہے نہ کھائے' لیکن اگر کوئی شخص مستقل کھانا چھوڑ دے اور موت کے قریب پہنچ جائے' جیسا کہ بھوک ہڑتال میں ہوتا ہے' تو اب اس کے لیے یہی حکم (یعنی کھانا کھانے کا) فرضیت کے درجے میں ہوگا۔ اسی طرح اپنی بیوی سے مباشرت نہ کرنا ایک مباح فعل ہے' لیکن اس مباح فعل پر مداومت اس فعل کو حرمت کے درجے تک پہنچا دے گی۔

قرآن وسنت میں امر کا صیغہ ہر وقت وجوب کے معنی میں نہیں ہوتا' جیسا کہ ناواقف لوگوں کا خیال ہے۔ امام سبکیؒ نے 'جمع الجوامع' میں امر کے صیغے کے ۲۶ معانی کا تذکرہ کیا ہے۔ بعض اصولیین نے امر کے صیغے کے سترہ اور بعض نے سولہ معانی بھی بیان کیے ہیں۔ مثلاً وجوب' ندب' اباحت' تہدید' ارشاد' تادیب' انذار' امتنان' اکرام' امتہان' تکوین' تعجیز' اہانت' تسویہ' دعا' تمنی' احتقار' خبر' اعتبار' تعجب' تکذیب' مشورہ' ارادہ' امتثال' اذن' انعام اور تفویض وغیرہ۔ اصولیین نے امر کے یہ تمام معانی قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت کیے ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم ان تمام نصوص کو بیان نہیں کر رہے۔ مثال کے طور پر ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ میں امر کا صیغہ دعا کے معنی میں ہے' ﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝﴾ (الدُّخان) میں اہانت کے لیے ہے اور ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾ (حٰمٓ السجدة: ٤٠) میں تہدید کے لیے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وہ سنن جو کسی فعل کی اباحت سے متعلق ہیں' ان سنن پر عمل یا ان کی ترغیب وتشویق دین اسلام کا مطلوب ومقصود نہیں ہے' سوائے اس کے کہ وہ مباح استحباب یا وجوب کے درجے کو پہنچ جائے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

۴۔ بعض اوقات آپ ﷺ کے قول سے کسی فعل کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کا فرمان ہے: ((لَا يَمْشِ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ)) (۱۴)

''تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے''۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا' لیکن ایک جوتا پہن کر چلنا حرام نہیں ہے' بلکہ مکروہ ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں نہی کا صیغہ کراہت کے لیے ہے۔ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یکرہ المشی فی نعل واحدۃ أو خف واحد (۱۵)

''ایک جوتے یا ایک موزے میں چلنا مکروہ ہے''۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کو بیان کرنے کے لیے '**ما جاء فی کراھیۃ المشی فی النعل الواحدۃ**' کے الفاظ سے باب باندھ کر اس فعل کی کراہت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اصولیین کی تعریف کے مطابق مکروہ سے مراد وہ فعل ہے جس کے نہ کرنے کا شارع نے حکم دیا ہو لیکن

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اس کے نہ کرنے کو لازم نہ ٹھہرایا ہو۔مکروہ کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔الدکتور عبدلکریم زیدان مکروہ کے حکم کے بارے میں لکھتے ہیں:

و حکم المکروہ أن فاعلہ لا یأثم و إن کان ملوما و أن تارکہ یمدح و یثاب اذا کان ترکہ للّٰہ (۱۶)

''مکروہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا کرنے والا گناہ گار نہ ہوگا اگر چہ اس کو ملامت کی جائے گی اور اس کا تارک قابل مدح اور ثواب کا مستحق ہے جبکہ اس نے اس فعل کو اللہ کے لیے ترک کیا ہو''۔

احناف اس مکروہ کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں جبکہ جمہور علماء صرف مکروہ کہتے ہیں۔تمام ائمۂ اہل سنت کے نزدیک اس کے منکر کی تکفیر نہیں ہوگی۔عامۃ الناس کو مکروہات سے بچنے کی ترغیب وتشویق بھی دلائی جائے گی۔

۵۔بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے قول سے کسی فعل کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔مثلاً آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَلَا یَخْطُبْ بَعْضُکُمْ عَلٰی خِطْبَۃِ بَعْضٍ)) (۱۷)

''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ ہی کوئی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے''۔

اگر کسی شخص نے بذریعہ ایجاب وقبول کوئی سودا مکمل کر لیا ہے تو اس کے اس سودے پر سودا کرنا حرام ہے۔اسی طرح اگر کسی شخص کا کسی خاندان میں رشتہ طے ہو چکا ہو تو وہاں اپنے رشتے کی بات چلانا حرام ہے سوائے اس کے کہ پہلا شخص دوسرے کو اجازت دے دے یا وہ اس جگہ نکاح کا اردہ ترک کر دے۔امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھذہ الأحادیث ظاھرۃ فی تحریم الخطبۃ علی خطبۃ أخیہ و أجمعوا علی تحریمھا اذ کان قد صرح للخاطب بالإجابۃ و لم یأذن و لم یترک (۱۸)

''ان احادیث مبارکہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی کرنا حرام ہے اور اُمت کا اس فعل کی حرمت پر اجماع ہے جبکہ لڑکی والوں نے پیغام بھیجنے والے کے پیغام کو صراحتا قبول کر لیا ہو اور پہلے شخص نے دوسرے کو نہ تو وہاں پیغام بھیجنے کی اجازت دی ہو اور نہ ہی اس جگہ نکاح کا ارادہ ترک کیا ہو''۔

احناف ایسے فعل کو حرام کی بجائے مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔جمہور اور احناف کے نزدیک اس کی تعریف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ حرام یا مکروہ تحریمی سے مراد ایسا فعل ہے جس کے نہ کرنے کا شارع نے حکم دیا ہو اور اس کے نہ کرنے کو لازم بھی ٹھہرایا ہو۔اس کے مرتکب کو ملامت کی جائے گی اور اس کو آخرت میں عذاب بھی ہو گا۔احناف کے نزدیک اگر اس کا علم قطعی ذریعے یعنی قرآن، خبر متواتر یا اجماع سے ہوگا تو یہ حرام ہے اور اگر اس

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کا علم ظنی ذریعے یعنی خبر واحد سے ہوگا تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ جبکہ جمہور اسے حرام ہی کہتے ہیں چاہے قرآن سے اس کا علم حاصل ہو یا خبر واحد سے۔ ائمہ جمہور اور احناف کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کسی فعل کی حرمت بذریعہ سنت (یعنی خبر واحد) معلوم ہوا اور اس سنت کا کوئی شخص انکار کر دے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اگرچہ دنیا میں اس کو سخت ملامت کی جائے گی اور آخرت میں وہ عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا۔ الشیخ عاصم الحداد لکھتے ہیں:

> ''اور سب، وہ (یعنی احناف) اور دوسرے (یعنی مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ و راہل الحدیث) یہ کہتے ہیں کہ تکفیر اس شخص کی کی جائے گی جو کسی قطعی دلیل سے ثابت چیز کا انکار کرے اور اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے جو کسی ظنی دلیل سے ثابت چیز کا انکار کرے۔ اسے صرف فاسق یا گمراہ قرار دیا جا سکتا ہے''۔ (۱۹)

۶۔ بعض اوقات نبی کریم ﷺ کا کوئی حکم تدبیری امور سے متعلق ہوتا ہے۔ آپؐ کے ایسے اقوال بھی سنت نہیں ہیں۔ حضرت رافع بن خدیجؓ سے مروی ہے:

> ''اللہ کے نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کھجور کی پیوند کاری کرتے تھے اور وہ کہتے تھے اس طرح فصل زیادہ ہوتی ہے۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا: ''تم یہ کیا کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ہم عرصہ دراز سے ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''شاید کہ تم ایسا نہ کرو تو بہتر ہو''۔ چنانچہ صحابہؓ نے اگلی فصل میں ایسا نہ کیا جس سے پھل کم ہو گیا۔ صحابہؓ نے آپؐ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيٍ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ؟)) ''سوائے اس کے نہیں کہ میں تو ایک انسان ہوں۔ جب میں تمہیں تمہارے دین سے متعلق کوئی حکم دوں تو تم اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جب میں تمہیں اپنی ذاتی رائے سے کوئی حکم جاری کروں تو میں بھی ایک انسان ہوں''۔ (۲۰)

یہ حدیث اس مسئلے میں نص صریح ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بعض احکامات تشریع کے لیے نہ تھے۔ جیسے کسی مسئلے میں آپؐ نے بعض صحابہؓ کو دنیاوی امور میں کوئی مشورہ دے دیا ہو یا ان کی رہنمائی کر دی ہو۔

۷۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے احکامات سفارش کی قبیل سے ہوتے ہیں۔ یہ بھی اُمت کے لیے شریعت نہیں ہیں۔ مثلاً روایات میں آتا ہے کہ حضرت بریرہؓ حضرت عائشہؓ کی لونڈی تھیں جو ایک غلام حضرت مغیثؓ کے نکاح میں تھیں۔ بعد ازاں ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کو آزاد کر دیا۔ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت آزاد ہو جائے تو اسے یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ اپنی غلامی کی حالت میں کیے ہوئے نکاح کو برقرار رکھے یا توڑ دے۔ حضرت بریرہؓ نے اپنی آزادی کے بعد اپنے اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے حضرت مغیثؓ کے نکاح میں رہنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت مغیثؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ بریرہؓ کو سمجھائیں۔ تو آپؐ نے حضرت بریرہؓ کو بلوا کر کہا:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

''اے بریرہؓ! اللہ سے ڈر' وہ تیرا شوہر ہے اور تیرے بچے کا باپ ہے۔ تو حضرت بریرہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپؐ مجھے مغیثؓ کی طرف لوٹ جانے کا حکم دے رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ((لَا، إِنَّمَا أَنَا شَافِعٌ)) ''نہیں' میری حیثیت تو ایک سفارشی کی ہے''۔ (۲۱) امام ابن حزمؒ نے اس روایت کو 'قابل حجت' قرار دیا ہے۔ (۲۲) امام ابن تیمیہؒ نے اس کو 'صحیح' کہا ہے۔ (۲۳)

حضرت بریرہؓ کا آپؐ کے الفاظ 'اِتَّقِی اللّٰہَ' کے باوجود آپؐ سے سوال کرنا کہ کیا آپؐ مجھے حکم دے رہے ہیں' یہ واضح کرتا ہے کہ آپؐ کا ہر حکم شرعی نہیں ہوتا۔

۸۔ بعض اوقات آپ ﷺ کے احکامات قضاء سے متعلق ہوتے ہیں۔ آپؐ کے ایسے احکامات بھی سنت یعنی مصدر شریعت نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا بِقَوْلِهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ فَلَا يَأْخُذْهَا)) (۲۴)

''تم میں سے بعض لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہیں' اور شاید تم میں سے کوئی ایک زیادہ' چرب زبان واقع ہو۔ پس اگر میں کسی ایک شخص کو اس کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے بھائی کے حق میں سے دے دوں' تو ایسے شخص کو میں آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں' پس وہ اس کو نہ لے''۔

۹۔ بعض اوقات آپ ﷺ کے احکامات کسی ایک شخص کے بارے میں خاص ہوتے ہیں' لہٰذا تمام اُمت کے لیے وہ سنت نہیں ہوتے۔ مثلاً ایک روایت کے الفاظ ہیں:

''حضرت ابو بردہؓ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم اس کے بدلے میں ایک اور قربانی کرو''۔ تو انہوں نے جواباً کہا: میرے پاس تو صرف ایک جذعہ (بکری) ہے۔ [حدیث کے راوی شعبہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ (یعنی جذعہ) دوندے سے بہتر حالت میں ہے] تو آپؐ نے فرمایا: ((اِجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)) ''اس کے بدلے میں جذعہ (بکری) قربانی کے طور پر دے دو' لیکن یہ (یعنی جذعہ بکری) تیرے بعد کسی کو (بطور قربانی) کفایت نہیں کرے گی (یعنی بکری کے لیے دو دانتا ہونا ضروری ہے)''۔ (۲۵)

۱۰۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کسی وقتی ضرر کو دور کرنے اور جزئی مصلحت کے حصول کے لیے کوئی حکم جاری کرتے تھے۔ مثلاً اللہ کے رسولؐ نے ایک دفعہ عید الاضحیٰ کے موقع پر صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ قربانی کے جانوروں کا گوشت تین دن سے زائد استعمال نہ کریں۔ حضرت سالمؒ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الْأَضَاحِيِّ بَعْدَ ثَلَاثٍ، قَالَ سَالِمٌ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

فَکَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَاْکُلُ لُحُوْمَ الْاَضَاحِیْ فَوْقَ ثَلَاثٍ (۲۶)

''اللہ کے رسول ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع کر دیا۔ حضرت سالمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت نہ کھاتے تھے''۔

لیکن اگلے سال آپؐ نے لوگوں کو تین دن سے زائد بھی قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے کی اجازت دے دی۔ روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے تم کو تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے بعض بدو صحابہؓ کی وجہ سے منع کیا تھا جو کہ ہمارے پاس آگئے تھے ((فَکُلُوْا وَادَّخِرُوْا وَتَصَدَّقُوْا)) اب تم تین دن کے بعد بھی کھاؤ' ذخیرہ کرو اور صدقہ بھی کرو''۔ (۲۷)

۱۱۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے احکامات بظاہر مطلق ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ مطلق نہیں ہوتے۔ ایسے احکامات اپنے اطلاق میں سنت نہیں ہوں گے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک خاتون میرے نکاح میں تھیں اور مجھے اس سے محبت تھی' لیکن میرے والد (یعنی حضرت عمرؓ) کو وہ خاتون ناپسند تھیں' تو میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کو طلاق دے دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: ((یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ طَلِّقِ امْرَأَتَکَ)) ''اے عبداللہ بن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دو''۔ (۲۸)

اس روایت کو امام ترمذیؒ نے 'حسن صحیح' کہا ہے۔ (۲۹) امام ابن العربی نے 'صحیح' اور 'ثابت' کہا ہے۔ (۳۰) علامہ البانیؒ نے 'حسن' کہا ہے۔ (۳۱) شیخ احمد شاکر نے اس کی سند کو 'صحیح' کہا ہے۔ (۳۲)

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ اس بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کہا: ((أَطِعْ أَبَاکَ)) (۳۳) یعنی اپنے باپ کی اطاعت کر۔ اب اس روایت سے یہ مسئلہ نکالنا کہ اگر باپ اپنے بیٹے کو یہ حکم دے کہ اپنی بیوی کو طلاق دو تو اس مسئلے میں باپ کی اطاعت مطلقاً واجب ہے' درست نہیں ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ سے جب اس مسئلے کے بارے میں سوال ہو تو آپؒ نے سائل سے کہا: اپنی بیوی کو طلاق مت دے۔ اس پر سائل نے جواباً حضرت عبداللہ بن عمرؓ والا مذکورہ بالا واقعہ سنا دیا تو امام احمدؒ نے جواب دیا: إِذَا کَانَ أَبُوْکَ مِثْلَ عُمَرَ فَطَلِّقْھَا (۳۴)

''اگر تیرا باپ بھی حضرت عمرؓ کی طرح ہے تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے''۔

۱۲۔ بعض اوقات بعض مخصوص حالات میں اللہ کے رسول ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں کسی فتنے کا اندیشہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک ان حالات میں آپؐ کے اس حکم پر عمل کرنا سنت پر عمل شمار نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ ﷺ کا حکم ہے: ((لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ)) (۳۵)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

''اللہ کی بندیوں (یعنی اپنی بیویوں) کو مسجدوں میں جانے سے مت روکو''۔

اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کے باوجود حضرت عمرؓ اپنی بیوی کے مسجد جانے کو ناپسند کرتے تھے اور بعض اوقات اس کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی بیوی سے کہا گیا:

لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَغَارُ؟ (۳۶)

''آپ مسجد کے لیے گھر سے کیوں نکلتی ہیں جبکہ آپ جانتی ہیں کہ حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور اس بات پر غیرت کھاتے ہیں؟''

اسی طرح حضرت عائشہؓ نے جب اپنے زمانے کے فتن کو دیکھا تو کہا:

''اگر اللہ کے رسول ﷺ آج کل کی عورتوں کے حالات دیکھتے: لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تو عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیتے جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا''۔ (۳۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ کے ظاہری حکم کی جن صحابہؓ نے یہ تاویل کی تھی کہ آپ کا اس حکم سے اصل مقصود یہ تھا کہ بنو قریظہ تک جلدی پہنچو یہاں تک کہ ظہر کی نماز وہاں جا کر پڑھو، وہ تاویل درست تھی اور آپؐ نے ان کے اس فعل کی اپنی تقریر کے ذریعے تصویب فرمائی۔ علاوہ ازیں راستے میں نماز پڑھنے والا گروہ اس لیے افضل ہے کہ اس نے قرآن کے حکم ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ پر بھی عمل کیا۔

اس طرح کی اور بھی بیسیوں روایات ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ نے آپؐ کے ہر حکم کی اتباع کو لازم نہیں سمجھا اور نہ ہی وہ آپؐ کے ہر قول کو شریعت سمجھتے تھے۔ لیکن یہ فرق کرنا کہ آپؐ کے کون سے اقوال کا تعلق تشریع سے ہے اور کون سے اقوال ہمارے لیے شریعت نہیں ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) الوجیز: ص ۱۶۴، ۱۶۵۔ (۲) سنن أبی داوٗد، کتاب النکاح، باب ما یؤمر بہ من غض البصر۔

(۳) مجموع الفتاوی: جلد ۲۲، ص ۱۲۸۔ (۴) صحیح ابی داوٗد: ۲۱۴۸۔

(۵) اصول فقہ پر ایک نظر: ص ۲۰۔

(۶) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب إذا دخل أحدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل أن یجلس۔

(۷) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب إذا دخل أحدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل أن یجلس۔

(۸) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الخضاب۔

(۹) فتح الباری مع صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الخضاب۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

(۱۰) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب نهی النبی علی التحریم إلا ما تعرف اباحته۔
(۱۱) صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔
(۱۲) فتح الباری مع صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔
(۱۳) الوجیز: ص۴۸۔
(۱۴) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب استحباب لبس النعل فی الیمنی اولاً والخلع من الیسریٰ۔
(۱۵) شرح النووی مع صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب استحباب لبس النعل فی الیمنی اولاً۔
(۱۶) الوجیز:ص۵۴۔
(۱۷) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه حتی یاذن او یترك۔
(۱۸) شرح النووی مع صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه حتی یاذن او یترك۔
(۱۹) *اصول فقہ پر ایک نظر، ص۲۹*۔
(۲۰) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا دون ما ذکره من معایش۔
(۲۱) سنن ابی داوٗد، کتاب الطلاق، باب فی المملوکة تعتق وهی تحت حر او عبد۔
(۲۲) المحلی: جلد۹، ص۲۳۴۔   (۲۳) مجموع الفتاویٰ: جلد۱، ص۳۱۷۔
(۲۴) صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب من اقام البینة بعد الیمین۔
(۲۵) صحیح البخاری، کتاب الاضاحی، باب قول النبی ﷺ لابی بردة ضح بالجذع من المعز
(۲۶) صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب بیان ما کان من النهی عن اکل لحوم الاضاحی۔
(۲۷) صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب بیان ما کان من النهی عن اکل لحوم الاضاحی۔
(۲۸) سنن الترمذی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الرجل یساله ابوه ان یطلق زوجته۔
(۲۹) سنن الترمذی: ۱۱۸۹۔   (۳۰) عارضة الاحوذی، ج۳، ص ۱۳۵۔
(۳۱) صحیح الترمذی: ۱۱۸۹۔   (۳۲) مسند احمد، ج۷، ص ۱۳۲۔
(۳۳) مسند احمد: ۴۴۸۱۔   (۳۴) فتاوی الأزهر، جلد ۹، ص۴۳۹۔
(۳۵) صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه الفتنة۔
(۳۶) صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب هل علی من لم یشهد الجمعة غسل من النساء والصبیان۔
(۳۷) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین للّٰه۔

☆☆☆

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.